

# تصویر عدال

امرتیا سن

ترجمہ: پروفیسر مقبول الہی



THE IDEA OF JUSTICE

Amartya Sen

# تصوّر عدل

امریتیا سین

ترجمہ: پروفیسر مقبول الہی

مشعل

آر-بی 5، سکینڈ فلور، عوامی کمپلیکس

عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور 54600، پاکستان

## تصوّر عدل

امریتیا سین

اردو ترجمہ: پروفیسر مقبول الہی

کالی رائٹ اردو (c) 2011 مشعل بکس

کالی رائٹ (c) 2009 امریتیا سین

ناشر: مشعل بکس

آر-بی-۵، سینئر فلور،

عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور-54600، پاکستان

فون فیکس: 042-35866859

Email: mashbks@brain.net.pk

<http://mashalbooks.org>

## فہرست

5	پیش لفظ
9	دیباچہ
25	اظہارِ تشكیر
32	تعارف
32	انصار کے بارے میں ایک نقطہ نظر
64	انصار کے تقاضے حصہ اول:
65	1 معقولیت اور معروضت
90	2 راؤٹز اور اس سے آگے
118	3 ادارے اور اشخاص
132	4 آواز اور سماجی انتخاب
161	5 غیر جانبداری اور معروضت
173	6 بندادر کھلی غیر جانبداری
207	استدلال کی شکلیں حصہ دوم:
208	7 مقامیت، مناسبت اور فریب نظر
231	8 عقلیت پسندی اور دوسرے لوگ
255	9 غیر جانبدارانہ دلائل کی کثرت
271	10 ادراکات، بتائج اور عاملیت

288	النصاف کا ماد	حصہ سوم:
289	11 زندگیاں، آزادیاں اور صلاحیتیں	
320	12 صلاحیتیں اور سائل	
339	13 خوشنی، بہبود اور صلاحیتیں	
364	14 مساوات اور آزادی	
395	عوامی استدلال اور جمہوریت	حصہ چہارم:
416	15 جمہوریت بطور عوامی فہم	
436	16 جمہوریت کا عمل	
436	17 انسانی حقوق اور عالمی تقاضے	
476	18 انصاف اور دنیا	
509	حاشیہ جات	

## پیش لفظ

موجودہ کتاب ”تصویرِ عدل“، ہمارے عہد کے ایک انہائی ممتاز مفکر فلسفی اور دانشور امرتیاسین کی ایک وقیع تصنیف ہے۔ امرتیاسین علم و دانش کی دنیا کا جدید دور کا ایک بہت مؤثر نام ہے۔ وہ برصغیر سے تعلق رکھنے والے (اس کی پیدائش ڈھاکہ میں ہوئی) ایک نوبیل انعام یافتہ سکالر اور یورپ اور امریکہ کے عالی تعلیمی اداروں میں تدریسی خدمات سر انجام دینے والا ایک معلم ہے۔ خود اُس کے اپنے بقول وہ ایک جامعہ ”شانتی“ لکھتی، میں پیدا ہوا اور زندگی بھرا ایک جامعہ سے دوسری جامعہ میں حصول علم یا اشاعت علم کے سلسلے میں سرگردان رہا اور اب تک ہے۔ وہ ہندوستان اور یورپ کی مختلف یونیورسٹیوں میں تدریس کا فریضہ انجام دینے کے بعد اس وقت امریکہ کی ہاروڑ یونیورسٹی سے وابستہ ہے۔ وہ انہائی وسیع المطالعہ اور وسیع المشاہدہ شخص ہے۔ اگرچہ اُس کا تخصصی شعبہ معاشیات ہے، لیکن اُس کا شغف مختلف النوع شعبہ ہائے علم سے ہے۔ اُس نے زندگی کے مختلف شعبہ جات سے متعلق موضوعات پر کثرت سے لکھا ہے۔ اُسے بہبودی معاشیات اور خاص طور پر غربت اور قحط کا خاتمہ کرنے کے سلسلے میں کام کرنے کے نتیجے میں 1998ء میں نوبیل انعام سے نوازا گیا۔

زیرِ نظر کتاب ”تصویرِ عدل“ انصاف کے بارے میں اس کے اہم ترین رشحات فکر میں سے ایک ہے، اس میں دیے تو اس نے اپنے استاد اور رفیق کار جان راؤ لز کی کتاب (A theory of Justice) (انصاف کا ایک نظریہ) کا ایک تقدیمی جائزہ لیا ہے لیکن جیسا کہ اس کا انداز ہے اس نے وسیع طور پر قاری کو یورپ کی تحریکِ خدا فروزی سے لے کر انگریزی ادب کے شہ پاروں، سنکرتی ادب، ہندوستانی اور یوروپی تاریخ اور مشرقی و سلطی کے ادب اور ثقافت تک کی سیر کرائی ہے۔ اس کے اسی اندازِ تحریر کا اعجاز ہے کہ کتاب کا موضوع قدرے خنک اور سمجھیدہ ہونے کے

باؤ جو دقاری کی دلچسپی آخوند تک قائم رہتی ہے۔  
اس کتاب میں جو فلسفہ انصاف سے متعلق ہے، اس نے جو تصورات پیش کئے ہیں ان کا خلاصہ میکھچہ  
اس طرح سے ہے۔

وہ یورپ کی تحریک خود افروزی سے آغاز کرتا ہے اور پھر انصاف کے بارے میں مشرق و مغرب کے اہم مفکرین کی آرکا احاطہ کرتا ہے۔ وہ نظریہ انصاف، جمہوریت اور عقلی استدلال کے ارقاء کا مغربی اور غیر مغربی معاشروں میں (غیر مغربی معاشروں پر زیادہ توجہ دیتے ہوئے) جائزہ لیتا ہے۔

اس کے مطابق تحریک خرد افروزی کے آغاز سے ہی انصاف کے بارے میں دونوں نظر پائے جاتے تھے۔ ایک نظر کو اور ایسی اداریت، کا نام دیا گیا ہے جس کی علمبرداری تحامس ہاہر اور بعد میں جان لاک اور ٹھاں جیکوں روسو ایم توول کاٹ اور جدید دور میں جان راؤلز اور دوسروں نے کی اور دوسرا نظر قابلی یا حصول نتائج پر منی کھلاتا ہے جس کی علمبرداری ایڈم سمٹھ، کنڈر ویسٹ وول سٹون کرافٹ، پینچھم، مارکس جان شورٹ مل اور دوسروں نے کی۔ اور ایسی نظر نگاہ کا فوکس ادارے اور انتظامات ہیں۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ اس کے حامیوں کے مطابق اگر اداروں اور معاشرے کے انتظامات کو صحیح کر دیا جائے، تو انصاف خود بخوبی قائم ہو جائے گا۔ جبکہ تقاضی نظر کے مطابق محض مشابی اداروں اور انتظامات کا ایک سیٹ بنادیتے ہیں سے انصاف کافی حقیقت قائم ہو جانا ضروری نہیں ہے بلکہ ہمیں ان اداروں سے پیدا ہونے والے معاشرے کی عملی صورت کو دیکھنا ہوگا۔ امر تیسا میں کے بقول:

”ایک نقطہ نظر نے جو ستر ہویں صدی میں تھامس ہابز کی کتاب میں پیش کیا گیا اور جس کی پیروی مختلف انداز سے ٹال جیکوں روسو جیسے نمایاں مفکروں نے کی، معاشرے کے محض اداراتی اور انتظام کی تخصیص کرنے پر توجہ مرکوز کی، اس نقطہ نظر جسے ماورائی اداریت کہا جا سکتا ہے کے دو واضح پہلو ہیں۔۔۔

ماورائی اداریت کے مقابلے میں خرد افروزی کے دور کے متعدد دوسرے نظریہ سازوں نے مختلف دوسرے نقطہ بانے نظر اختیار کئے جو سماجی حصول نتائج کے متعلق تھے (جو حقیقی اداروں، حقیقی رویوں اور دوسرے اثرات کا نتیجہ تھے)

اس نے اس بات کی وضاحت بھی کر دی ہے کہ ”یہ کتاب اس دوسری متبادل روایت سے استفادہ کرتی ہے“

اس کے مطابق فلسفہ اخلاق و سیاست کے جدید نظریات میں سے بھی زیادہ تر کارچان اول الذکر کی فکر کی طرف ہے کہ اداروں اور انتظامات کی اصلاح کی جائے اور یہی اس کا ایسے تمام مفکرین سے نقطہ اختلاف ہے۔

گویا عام فہم انداز میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ امرتیاں میں کامیونی جھکاؤ انصاف کے ایسے نقطہ نظر کی طرف ہے جو حقیقی طور پر لوگوں کی زندگیوں پر اثر انداز ہو۔ یعنی نا انسانی کے وجود کے خاتمه یا اس میں ممکنہ حد تک کمی لانے کا پناہ دھن بنائے۔ بجائے محض اداروں کی اصلاح کے۔ اگرچہ وہ اس بات کی بھی وضاحت کرتا ہے کہ اداروں کی اصلاح اپنے طور پر اہم ہے اور وہ معاشرے میں انصاف کے حصول کو بہتر بنانے میں لازماً ایک کردار ادا کرتی ہے۔ لیکن اس کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ہمیں کاملیت کی آرزو میں ایک یعنی صورت حال کے انتظار میں نہیں رہنا چاہئے بلکہ معاشرے کے حقیقی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے مختلف نقطہ ہائے نظر کے مقابل سے ایسے نقطہ نظر کو اختیار کرنے کے بارے میں غور کرنا چاہئے جو نا انسانی کو نبنتا ہو۔ ترکیبے سے ختم کر سکے۔

ساتھ ہی وہ اس بات پر بھی بحث کرتا ہے کہ ضروری نہیں کہ انصاف تک پہنچنے کا صرف ایک ہی نقطہ نظر صحیح ہو۔ بلکہ وہ مثالوں سے واضح کرتا ہے کہ مختلف تناظرات میں ایک ہی مظہر کے لیے مختلف نقطہ ہائے نظر بیک وقت صحیح ہو سکتے ہیں۔

علاوہ ازیں اس کتاب میں وہ انصاف کے ساتھ ساتھ جمہوریت، استدلال کا مقام، معروضیت، غیر جانبداریت اور متعدد دوسرے موضوعات کو بھی زیر بحث لاتا ہے جو اس کتاب کی دلچسپی اور قدر و قیمت میں بیش بہا اضافہ کرتے ہیں۔

میں نے اس ترجیح میں یہ کوشش کی ہے کہ جو کچھ مصنف کہنا چاہتا ہے وہ اردو خواں طبقے تک قابل فہم انداز سے اور پوری صحت کے ساتھ پہنچ جائے۔ موضوع چونکہ علمی، فلسفیانہ اور بعض مقامات پر قدرے تکمیلی بھی ہے لہذا میں یہ دعویٰ تو نہیں کر سکتا کہ میں نے اسے عام فہم بنایا ہے۔ البتہ اس زبان کے ایسے قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے جو تعلیم یافتہ طبقے کے ہاں مانوس بھی ہو، انداز کے لحاظ سے سلیں بھی اور جدید زبان و میان کے ممکنہ حد تک قریب بھی۔ میں اس سلسلے میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں اس کا فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔

یہاں اس بات کا اظہار کرنا بے جانہ ہوگا کہ اردو زبان کا دامن بہت وسیع ہے۔ یہ جو ہری طور پر علم و ادب کے تمام شعبوں میں اظہار و پیان کی صلاحیت اپنے اندر رکھتی ہے۔ لیکن اس میں نہ تو طبعزاد علمی کام کرنے کا رجحان پنپ پایا ہے اور نہ ہی دوسری زبانوں سے تراجم کا۔ جس کی وجہ سے اس زبان کی مذکورہ صلاحیت صیقل نہیں ہو سکی۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اس زبان میں تمام شعبہ ہائے علم میں تخلیقی کام کے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ تراجم بھی کئے جائیں تاکہ علم کی روشنی گھر گھر پہنچنے کے ساتھ ساتھ اردو زبان بھی اظہار کئے ٹھیک سانچوں سے مالا مال ہو سکے۔

بلاشبہ مشعل بکس کی خدمات اس لحاظ سے قبل احتساب ہیں کہ وہ طبعزاد اور ساتھ ہی ساتھ ترجمہ شدہ کتابوں کی اشاعت غیر نفع مند نہیں دوں پر کر کے پاکستانی معاشرے میں علم و فکر کی روشنی کو بے لوث انداز سے فروغ دے رہا ہے۔ خدا کرے اس کی کاؤنٹیں کامیابی سے ہمکنار ہوں۔ (آمین)۔

مقبول الہی (لیہ)

## دیباچہ

اس چھوٹی سی دنیا میں جس میں بچے اپنا وجود رکھتے ہیں، چارلس ڈکنز کے Great Expectations میں پچ کہتا ہے ”کوئی بھی چیز اتنی بار کی سے نہیں دیکھی اور محسوس کی جاتی جتنی کہنا انصافی<sup>1</sup> میرا خیال ہے پچ ٹھیک کہتا ہے۔ وہ اپنی بہن اسٹیلیا کے ساتھ ایک ذلت آمیز مقابلے کے بعد اس لاابا لی اور پر تشدد جبکہ واضح طور پر یاد کرتا ہے جو اسے بطور ایک بچے کے اپنی بہن کے ہاتھوں برداشت کرنا پڑتا تھا۔

لیکن کھلی نا انصافی کے شدید شعور کا اطلاق بالغ انسانوں پر بھی یکساں ہوتا ہے۔ جو چیز بہیں خاصے معقول طور پر متاثر کرتی ہے وہ یہ احساس نہیں ہے کہ دنیا مکمل طور پر انصاف کی پابند نہیں ہے۔ اس کی توقع ہم میں سے بہت کم لوگ رکھتے ہیں۔ بلکہ یہ کہ ہمارے ارد گرد واضح طور پر ایسی قابل اصلاح نا انصافیاں پائی جاتی ہیں جنہیں ہم ختم کرنا چاہتے ہیں۔

یہ چیز ہماری روزمرہ زندگی میں خاصی واضح ہے۔ ان نا انصافیوں اور زبردستیوں کے ساتھ ہم سے ہم دوچار ہوتے ہیں اور جن کے خلاف ہم بجا طور پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں۔

لیکن اس کا اطلاق ہماری اس وسیع تر دنیا میں پیش آنے والی نا انصافی کی وسعت پر تیجیات پر بھی ہوتا ہے۔ یہ فرض کرنا جائز ہے کہ ان واضح نا انصافیوں کے شعور کے بغیر جن پر قابو پایا جاسکتا ہے پیس کے باشندوں نے باسٹیل پر دھاوانہ بولا ہوتا، گاندھی نے اس سلطنت کو نہ لکارا ہوتا۔ جس میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا، مارش لوثر کنگ نے ”آزاد لوگوں کی سر زمین اور بہادر لوگوں کے دلیں میں سفید فام غالب قوت کے خلاف جنگ نہ کی ہوتی۔ وہ مکمل طور پر منصفانہ دنیا کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کر رہے تھے۔ خواہ اس بات پر کوئی اتفاق رائے بھی ہوتا کہ وہ (دنیا) کس قسم کی ہوگی۔ بلکہ واضح نا انصافیوں کو اس حد تک دور کرنے کی کوشش کر رہے تھے جس حد تک وہ کر سکتے تھے۔

قابل علاج ناالنصافی کی شناخت صرف یہی نہیں کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جو انصاف اور ناالنصافی کے متعلق سوچنے پر ہمیں آمادہ کرتی ہے بلکہ میں نے اس کتاب میں یہ دلیل دی ہے کہ یہ انصاف کے نظریہ کا مرکزی نقطہ ہے۔ اس تحقیق میں جو یہاں پیش کی گئی ہے، ناالنصافی کی تشخیص اکثر اوقات تقدیدی بحث کے نقطہ آغاز کے طور پر نمایاں ہوگی۔<sup>2</sup> لیکن یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ اگر یہ معقول نقطہ آغاز ہے تو یہ ایک اچھا نقطہ اختتام بھی کیوں نہیں ہو سکتا؟ ہمارے انصاف اور ناالنصافی کے شعور سے آگے جانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ہمارے لیے انصاف کے ایک نظریے کا ہونا ہی کیوں ضروری ہے؟

دنیا کو سمجھنا محض ہمارے فوری ادراکات کو ریکارڈ کرنے کا معاملہ بھی نہیں ہوتا۔ سمجھنا ناگزیر طور پر دلیل پیش کرنے کو اپنے اندر شامل کرتا ہے۔

جو کچھ ہم محسوس کرتے ہیں اور بظاہر دیکھتے ہیں ہمیں اسے پڑھنا پڑتا ہے اور پوچھنا پڑتا ہے کہ وہ ادراکات کس چیز کی نمائندگی کرتے ہیں اور ہم ان سے مغلوب ہوئے بغیر کس طرح ان کا لحاظ رکھ سکتے ہیں۔ ایک مسئلہ ہمارے احساسات اور تاثرات کے اعتبار سے متعلق ہے۔ ناالنصافی کا احساس ایک ایسے اشارے کے طور پر کام کرسکتا ہے جو ہمیں تحرک دیتا ہے، لیکن ایک اشارہ بھی تقدیدی جائزے کا تقاضا کرتا ہے اور اس نتیجے کے ٹھوس پن کی، جو بنیادی طور پر اشاروں پر مبنی ہو، کچھ چھانپ چک ہونی چاہئے۔ آدم سمعتوں کے اخلاقی احساسات کے اعتقاد نے اسے اخلاقی احساسات کے نظریے کی تلاش سے نہیں روکا، نہ ہی اس بات پر زور دینے سے روکا کہ ناالنصافی کے احساس کا عقلی تجزیے کے ذریعہ تقدیدی جائزہ لیا جائے، یہ دیکھنے کے لیے کہ آیا یہ ایک قابل قبول نہست کی بنیاد بن سکتا ہے۔ اسی طرح کے تقدیدی جائزے کا اطلاق کسی شخص یا کسی چیز کی تعریف کرنے کے رجحان پر بھی ہوتا ہے۔<sup>(۱)</sup>

ہمیں یہ بھی سوال اٹھانا ہو گا کہ یہے اخلاقی اور سیاسی تصورات جیسا کہ انصاف اور ناالنصافی ہیں، کے جائزے کے لیے کس قسم کے استدلالات اہم ہوں گے۔ ناالنصافی کی تشخیص، یا اس بات کی شناخت کہ کیا چیز اسے کم کرے گی یا ختم کرے گی، کس طریقے سے معروضی ہو سکتی ہے؟ کیا یہ کسی خاص مفہوم میں غیر جانبداری کا تقاضا کرتی ہے جیسے کسی شخص کی اپنے مخصوص مفادات سے لائقی؟ کیا یہ کچھ مخصوص روپوں کے دوبارہ جائزہ لینے کا تقاضا بھی کرتی ہے، خواہ ان کا تعلق مخصوص مفادات سے نہ ہو، لیکن وہ مقامی تصورات اور تھبیتات کا اظہار کرتے ہوں؟ ایسے

تصورات اور تھببات جو دوسرے ایسے تصورات اور تھببات کا جواہی طرح کی مقامی نگہ نظری سے محصور نہ ہوں، مدلل سامنا نہ کر سکیں۔

انصاف کے تقاضوں کو سمجھنے میں مقبولیت اور دلیل پسندی کا کیا کردار ہے؟  
ان معاملات اور اس سے کچھ قریبی طور پر متعلق تمام سوالات سے پہلے دس ابواب میں بحث کی گئی ہے۔

اس سے پہلے کہ میں درج ذیل مسائل کی طرف بڑھوں:

اطلاق کے معاملات، جن میں ان بنیادوں کا جن پر انصاف کے فیصلے ہیں ہوں، تنقیدی جائزہ شامل ہو، (آیا یہ بنیادیں آزادیاں ہوں صلاحیتیں ہوں، وسائل ہوں، مسrt ہوں، بہبود ہو یا کچھ اور) ان مختلف النوع خیالات، جو معاولات اور آزادی کے عمومی عنوانات کے تحت نمایاں ہوتے ہیں، کی خصوصی مناسبت، انصاف تلاش کرنے اور جمہوریت کی بطور نظام حکومت خواہش کرنے میں ایک واضح تعلق۔ یہ تعلق بحث و مباحثے، اپنی نوعیت، پسند کی صلاحیت اور انسانی حقوق کے دعوؤں کی پہنچ کے حوالے سے کیا ہے۔

### کس قسم کا نظریہ

جو کچھ یہاں پیش کیا گیا ہے وہ ایک بڑے وسیع مفہوم میں انصاف کا تصور ہے۔ اس کا ہدف یہ واضح کرنا ہے کہ ہم انصاف کو بڑھاوا دینے اور نا انصافی کو ختم کرنے کے سوالات سے منٹنے کے لیے کیسے پیشرفت کر سکتے ہیں، بجائے مکمل انصاف کی نوعیت سے متعلقہ سوالات کے حل پیش کرنے کے۔ اس میں ہم عصر اخلاقی اور سیاسی فلسفے میں انصاف کے بارے میں مشہور نظریات کے ساتھ واضح اختلافات موجود ہیں۔ جیسا کہ بعد میں آنے والے تعارف میں زیادہ تفصیل کے ساتھ بحث کی جائے گی، تین اختلافات بطور خاص خصوصی توجہ کے طالب ہیں۔

اول: انصاف کے ایک ایسے نظریہ میں جو عملی دلیل کی بنیاد بن سکتا ہے، نا انصافی کو کم کرنے اور انصاف کو بڑھاوا دینے کا جائزہ لینے کے طریقے شامل ہونا چاہیے، بجائے مکمل طور پر منصفانہ معاشروں کی خصوصیات کو ہدف بنانے کے۔ ایک ایسی مشق جو آج کل کے سیاسی فلسفے میں بہت سے نظریات انصاف کا بہت ہی غالب پہلو ہے۔ کلی طور پر منصفانہ انتظامات کی تشخیص کرنے اور یہ تعین کرنے کہ کوئی مخصوص سماجی تبدیلی انصاف کو بڑھاوا دے گی، کی دونوں مشقوں کے درمیان محرکاتی تعلق ہیں، لیکن اس کے باوجود یہ دونوں تجزیاتی طور پر ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ مورخ

الذکر سوال، جس پر یہ کتاب توجہ مرکوز کرتی ہے، اداروں، روپوں اور انصاف کے دوسرا تعین کاروں کے بارے میں فیصلے کرنے میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے، اور یہ بات کہ یہ فیصلے کس طرح اخذ کئے جائیں، ایک ایسے نظریہ انصاف کے لیے جو کیا کیا جائے، کے بارے میں عملی رہنمائی کو اپناءہدف بناتا ہو بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

یہ مفروضہ کہ یہ تقابی مشق اس وقت تک نہیں کی جاسکتی جب تک کہ پہلے مکمل انصاف کے تقاضوں کی شناخت نہ کی جائے، کلی طور پر غلط ثابت کیا جاسکتا ہے۔

(جیسا کہ باب نمبر ۴ ”آواز اور سماجی انتخاب“ میں بحث کی گئی ہے۔)

دوم: جہاں انصاف کے بہت سے تقابی سوالات کا میابی سے حل ہو سکتے ہیں اور عقلی دلائل کی مدد سے متفق علیہ ہو سکتے ہیں۔ وہیں بعض دوسرے تقابل بھی ہو سکتے ہیں جن میں متصادم خیالات پوری طرح حل نہ ہو سکیں۔ یہاں یہ دلیل پیش کی جا رہی ہے کہ انصاف کے کئی مختلف دلائل ہو سکتے ہیں جن میں سے ہر ایک تقيیدی تحریر یہ پر پورا اترتا ہے، لیکن مختلف متائقج دیتا ہے۔ مختلف سمتیوں میں جانے والے معقول دلائل، متنوع تحریرات اور روایات رکھنے والے لوگوں کی طرف سے سامنے آ سکتے ہیں، لیکن وہ ایک ہی معاشرے کے اندر سے بھی سامنے آ سکتے ہیں، یا جہاں تک اس بات کا تعلق ہے ایک ہی شخص کی طرف سے بھی۔<sup>(۲)</sup>

باہم متصادم دعاوی سے منٹھنے کے لیے معقول دلائل دینے کی ضرورت ہے، اپنے آپ کو بھی اور دوسروں کو بھی، بجائے اس کے جسے ”لاعقلی کی رواداری“ کہا جائے گا۔ ایک ایسے آسان حل کی تسلیں کے ساتھ جیسا کہ: ”آپ اپنے طبق میں ٹھیک ہیں اور میں اپنے طبق میں ٹھیک ہوں۔“ دلیل اور غیر جاندارانہ چھان بین ضروری ہے۔ تاہم اپنہائی تو انداز اور غیر جاندار چھان بین بھی کچھ ایسے باہم متصادم اور مختلف دلائل پیچھے چھوڑ سکتی ہے جو غیر جاندارانہ چھان پہنک سے بھی ختم نہیں ہو سکتے۔ مجھے بعد میں اس پر مزید بہت کچھ کہنا ہو گا، لیکن یہاں میں اس بات پر زور دیتا ہوں کہ دلائل اور چھان بین کی ضرورت پر کسی قیمت پر بھی سمجھوتہ نہیں کرنا چاہئے، اس امکان سے کہ دلائل کا سامنا کرنے کے بعد بھی کچھ مختلف ترجیحات باقی رہ سکتے ہیں۔ وہ کثرتیت جس کے ساتھ ہم انتہام کریں گے دلیل کا نتیجہ ہوگی ناکہ عدم دلیل کا۔

سوم: قابل علاج نا انصافی کا تعلق ادارتی خامیوں کی بجائے روایاتی تجاوز کے ساتھ بھی جوڑا جاسکتا ہے۔ Great Expectation

خاندان کی طرف سے بطور ادارہ تعزیری کا روای۔)

النصاف اپنے آخری تجربے میں لوگوں کی زندگیوں کے طور طریقوں سے نسلک ہے تاکہ محض ان اداروں کی نوعیت سے جوان کے ارد گرد ہیں۔ اس کے مقابل النصاف کے بہت سے برے نظر یہ غالب طور پر اس بات پر توجہ مرکوز کرتے ہیں کہ منصافانہ ادارے کس طرح قائم کئے جائیں اور وہ روایاتی پہلوؤں کو مشتق یا ذیلی کردار سونپتے ہیں۔ مثال کے طور پر جان راؤ نے کابجا طور پر تسلیم شدہ نقطہ نظر ”النصاف بطور سچائی“، ”النصاف کے اصولوں“، کا ایک منفرد مجموعہ پیش کرتا ہے جو کیتاً منصافانہ ادارے قائم کرنے سے متعلق ہیں (معاشرے کے بنیادی ڈھانچے کی تکمیل کے لیے) جبکہ یہ لوگوں سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ ان اداروں کے ٹھیک ٹھیک کام کرنے کے تقاضوں کی کلی طور پر تعمیل کریں۔<sup>(۳)</sup> زیرنظر کتاب میں انصاف کا جو نقطہ نظر پیش کیا گیا ہے، اس میں یہ دلیل دی گئی ہے کہ لوگوں کی زندگیوں پر جس طرح وہ انہیں بسر کرتے ہیں تو جو مرکوز کرنے کی بجائے اداروں پر غالب توجہ مرکوز کرنے میں (جہاں روکی کو موزوں طور پر تعمیل پسند فرض کیا گیا ہے) کچھ بنیادی کوتا ہیاں ہیں۔

النصاف کے جائزے میں لوگوں کی حقیقی زندگیوں پر توجہ مرکوز کرنے کے انصاف کے تصور کی تینی اور نوعیت پر بہت سے دورس اثرات ہیں۔<sup>(۴)</sup>

النصاف کے نظریے کے اس اختلافی نکتے کا، جس کی تحقیق زیرنظر کتاب میں کی گئی ہے، میری دلیل کے مطابق، سیاسی اور اخلاقی فلسفے پر ایک براہ راست اثر ہے۔

لیکن میں نے یہاں پیش کیے جانے والے دلائل کی قانون معاشریات اور سیاسیات کی اس وقت کی جاری دلچسپیوں کے ساتھ مناسبت پر بحث کرنے کی کوشش کی ہے اور اگر آدمی رجائی ہونے کی کوشش کرے تو اس کی مناسبت عملی پالیسیوں اور پروگراموں پر ہونے والے مباحثوں اور فیصلوں کے ساتھ بھی نظر آئے گی۔<sup>(۵)</sup>

ایک ایسے تقابليٰ تناظر کا استعمال جو معابرہ عمرانی کے محدود اور محدود کرنے والے ڈھانچے سے ہوت آگے جاتا ہو یہاں ایک مفید خدمت سر انجام دے سکتا ہے۔ ہم درج ذیل چیزوں کا انصاف کی ترقی کے مفہوم میں مقابل کرنے کے عادی ہیں: خواہ ہم جو کے خلاف جنگ کر رہے ہوں (جیسا کہ غلامی یا عورتوں کی زیر دستی کے خلاف) یا طبعی نظام کی بے انتہائی کے خلاف احتجاج کر رہے ہوں (افریقہ اور ایشیا کے مختلف حصوں میں طبی سہولیات کے فقدان کے حوالے سے یا یونائیٹ

سٹیشن کے شموں، دنیا کے پیشتمالک میں صحت کی ہمہ گیر دیکھ بھال کی کمی کے خلاف) یا تندو  
کے جواز کی نہ ملت کر رہے ہوں (جو ہم عصر دنیا میں بڑے نمایاں تو اتر کے ساتھ) اور بعض اوقات  
علمی قوت قائمہ کے اہم ارکان کی طرف سے جاری و ساری ہے، یا مزمون بھوک کی خاموش  
برداشت کو مسترد کر رہے ہوں (مثال کے طور پر ہندوستان میں باوجود قحطوں کے کامیاب خاتمے  
کے)۔<sup>(۵)</sup>

ہم اکثر اوقات کافی حد تک اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ کچھ مجوزہ تبدیلیاں (جیسا کہ اگر  
ایک مختلف قسم کی مثال دی جائے تو نسل پرستی کا خاتمہ ہے)۔ نا انصافی کو کم کر دیں گی، لیکن خواہ  
ایسی تمام متفق علیہ تبدیلیوں کو نافذ کر دیا جائے تو بھی ہم ایسی کوئی چیز حاصل نہیں کر پائیں گے ہے  
ہم کمکل انصاف کہ سکیں۔ عملی انکار بھی، نظریاتی دلائل سے، انصاف کے تجزیے کے بارے میں،  
کسی طرح کم اخراج کا تقاضا نہیں کرتے۔

عوامی دلائل اور جمہوریت اور علمی انصاف اگرچہ اس نقطہ نگاہ کے مطابق جو یہاں پیش کیا گیا  
ہے، انصاف کے اصولوں کو اداروں کے مفہوم میں نہیں بلکہ متعلق لوگوں کی زندگیوں اور آزادیوں  
کے مفہوم میں بیان کیا جائے گا، لیکن ادارے بھی بہر حال انصاف کی تلاش میں ایک اہم اور  
معاون کردار ادا کرتے ہیں۔ انفرادی اور سماجی رویے کے تعین کاروں کے ساتھ ساتھ اداروں کے  
انتخاب کا بھی انصاف کو بڑھاوا دینے کی مہم میں ایک انتہائی اہم مقام ہے۔ ادارے بہت سے  
مختلف طریقوں سے اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ لوگوں کے اس انداز سے زندگی برقرار نہیں میں جس کو وہ  
اہمیت دیتے ہیں، براہ راست مدد و معاون ہو سکتے ہیں۔ ادارے ان اقدار و ترجیحات کا جنمیں ہم  
زیر یغورلاتے ہیں، جائزہ لینے کی ہماری صلاحیت کو بہتر بنانے میں اہم ثابت ہو سکتے ہیں۔ خاص  
طور پر عوامی بحث و مباحثے کے موقع کے ذریعے (اس میں آزادی گفتار اور حق معلومات کے  
خیالات اور ساتھ ہی ساتھ معلوماتی بحث و مباحثے کی حقیقی سہولیات بھی شامل ہوں گی)

زیر نظر تصنیف میں، جمہوریت کا جائزہ بطور عوامی دلائل کے لیا گیا ہے۔ (باب ۱۷ تا ۱۵)، جو کہ  
جمہوریت کو بطور بحث و مباحثے کے ذریعے حکومت کے سمجھنے میں رہنمائی کرتا ہے۔ (یہہ تصور ہے  
جسے آگے بڑھانے میں جان شورٹ مل نے بہت کام کیا)۔ لیکن جمہوریت کو عمومی مفہوم میں یعنی  
ایک ایسی چیز کے طور پر بھی دیکھا جانا چاہیے جو معلومات کی فرمائی کو اور باہمی بحث و مباحثے کے  
امکان کو بڑھا کر معقولیت کے ماحول کو بڑھا دیتی ہے۔ جمہوریت کا جائزہ مخفی ان اداروں سے